

”یہ شعر اس زمین میں بیت الغزل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شب بھراں میں جو میں نے مرنے کی تمنا کی تھی، آج وہ بڑا بول میرے آگے آیا کہ وصل کی خوشی میں مر گیا۔ وصل کی خوشی میں مرجانا اور لوگ بھی باندھا کرتے ہیں، مگر یہ بات ہی اور ہے اور ساری کرامات محاورے اور زبان کی ہے، جس نے مرنے کے مضمون کو زندہ کر دیا۔ فکر غالب کے کارناموں میں یہ شعر بھی شمار کرنا چاہیے۔“

۱۲۔ شرح : میری آنکھوں سے خون کا دریا بہ نکلا، جو سامنے لہریں لے رہا ہے۔ کاش! اسی پر معاملہ ختم ہو جاتا، مگر بظاہر ایسا کرنے کی اُمید نہیں دیکھی عشق کی راہ میں ابھی کیا کچھ میرے سامنے آنے والا ہے!

۱۳۔ شرح : اگرچہ نزع کی حالت ہے اور ہاتھ حرکت کرنے سے رہ گئے ہیں۔ اتنی سکت باقی نہیں کہ صراحی سے شراب پیالے میں انڈیل لوں اور بی جاؤں، لیکن آنکھوں میں تو دم ابھی باقی ہے۔ اس لیے ابھی پیالہ اور صراحی اٹھاؤ نہیں، بدستور میرے سامنے رہنے دو۔

اس سے مقصود وہی ایک گونہ بیخودی ہے، جس کے آرزو مند مرزا غالب ہمیشہ رہے،

الونو اس کا ایک شعر ہے کہ اے ساقی! مجھے شراب پلا اور زبان سے بھی کہہ کہ یہ شراب ہے۔ خود الونو اس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک کاتب کے سامنے سے گزرا۔ استاد نے ایک طالب علم سے پوچھا کہ الونو اس نے یہ کیوں کہا، زبان سے بھی کہہ کہ یہ شراب ہے؟ طالب علم نے جواب دیا کہ شراب کا پیالہ ہاتھ میں لے کر قوتِ لامرہ اس سے مستفید ہوگی، شراب دیکھ کر باصرہ لذت حاصل کرے گی، شراب پینے سے ذائقہ شاد کام ہوگا، شراب پیتے وقت شامہ اس کی خوشبو سے مستی حاصل کرے گی، صرف ایک سامعہ باقی رہ گئی تھی۔ جب ساقی زبان سے کہے گا کہ یہ شراب ہے تو اسے بھی ایک خاص راحت ملے گی،